اِنہدامِ جنّتُ البقیع ایک تاریخی المیہ

ترتیب و تالیف
سید حمید الحسن زیدی

پیشکش
جامعۃ المصطفیٰ الامامیہ و جامعۂ اُمّ الزّہرا (س)، سیتاپور

انہدام جنت البقیع

ایک تاریخی المیہ

ترتیب و تالیف

سید حمید الحسن زیدی

نام کتاب

انہدام جنت البقیع
ایک تاریخی المیہ

ترتیب وتالیف

سید حمید الحسن زیدی

کمپوزنگ

عرش ایسوسی ایٹس، لکھنؤ

سن طباعت

جولائی ۲۰۱۷ء

ناشر

الاسوة اسلامک سینٹر
محلہ بنگلہ قضیارہ، سیتاپور

تعداد صفحات

۴۰

قیمت

₹ 50

فہرست مطالب

ملنے کے پتے

صحیفہ بک سنٹر، خواجہ ٹاور، وکٹوریہ اسٹریٹ، چوک، لکھنؤ
موبائل:9415152648
عرش پبلشنگ ہاؤس، لکھنؤ
موبائل:9935915110
حیدری بک سنٹر، راٹھ حویلی، فیض آباد
موبائل:8960486376,7704840951
الاسوة اسلامک سینٹر،
محلہ بنگلہ قضیارہ، سیتاپور
رابطہ: 9636247677,9935935416

باسمہ تعالیٰ

انہدام جنت البقیع: ایک تاریخی المیہ

تمام تعریفیں خدائے وحدہ لا شریک کے لئے جو ہر قسم کے عیب و نقص سے منزہ اور ہر صفت کمال و جمال سے آراستہ ہے وہ قدیم، قادر، حی، ازلی، ابدی، صاحب ارادہ اور سچا ہے۔ وہ جسم و جسمانیات سے مبرا زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے وہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں موجود ہے، وہ کسی چیز میں سماتا نہیں اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اس کی توحید کا اقرار علامت ایمان اور اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینا کفر و شرک اور اعمال کی تباہی ہے۔

درود و سلام علمبردار وحدانیت، معلم انسانیت فخر کائنات زینت موجودات، حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے کفر و بت پرستی میں ڈوبی ہوئی ظلم وستم کا شکار، بشریت کو ذلت و پستی سے نجات دیکر صرف ایک مالک حقیقی کا بندہ بنانے کا بیڑا اٹھایا اور اس راہ میں اپنے قبیلہ کے افراد سے لیکر غیروں تک کے ظلم وستم کا نشانہ بنے اپنا عزیز وطن چھوڑا اور سراپا رحمت ہوتے ہوئے زندگی کا اہم ترین حصہ میدان جنگ میں گذارنا پڑا سب کچھ قربان کر دیا لیکن پرچم توحید سرنگوں نہ ہونے دیا۔

درود و تحیت آپ کی پاکیزہ نسل خاص طور پر ولی خدا عزیز مصطفیٰ حضرت علی مرتضیٰ پر جنہوں نے آنکھ کھولی تو آغوش رسول میں پرورش پاک تو نبیؐ کی گود میں بچپنا گذرا تو نبی اکرمؐ کے زیر تربیت اور نوجوانی و جوانی غرض کہ پوری کی پوری حیات رسول کے سایہ میں بسر کی۔ آپ کے بعد آپ کی تجہیز و تکفین کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ آپ کے پیغام توحید و رسالت کی حفاظت اور

اسے آگے بڑھانے کا بیڑا اٹھایا اور اس سلسلہ میں حق خلافت کے غصب سے لیکر اپنی شریک حیات بنت رسولؐ کی ملکیت فدک کے غصب کئے جانے تک ہر طرح کے مناظر دیکھے۔ یہی نہیں اپنے دروازہ پر آگ اور لکڑیاں، جلتا ہوا دروازہ، محسن کی شہادت، پہلوئے سیدہؑ کی شکستگی اور نہ جانے کیا کیا مصائب برداشت کئے، لیکن عظمت اسلام پر آنچ آجائے اسے برداشت نہیں کیا اور نبی اکرمؐ کے مختصر سے صالح اصحاب کے ساتھ دین و دیانت کا پرچم بلند کئے رہے۔ اسلامی تاریخ میں نبی اکرمؐ کی حیات اور آپ کی وفات کے بعد کے تاریخی واقعات کو چشم بصیرت سے دیکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے تا کہ وہ یہ سمجھ سکے کہ سیاستوں کے پیش نظر کس طرح حقائق میں انحراف کیا جاتا ہے اور کس طرح اپنی من مانی کے لئے غلط نظریات قائم کئے جاتے ہیں اور پھر ان کے لئے جھوٹی دلیلیں تیار کی جاتی ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے انسانیت کے سامنے کلام الٰہی کی صورت میں وہ زندہ اور لافانی معجزہ پیش کیا جو ہر دور کے لئے ہدایت کا ذریعہا ور رہنما ہے اس کی صحیح تفسیر اور وضاحت کے لئے اہل بیت اطہار علیہم السلام جیسی ذوات مقدسہ پیش کیں جن میں سر فہرست امیر کائنات تلمیذ رسول حضرت امام علی علیہ السلام ہیں جنہوں نے نبی اکرمؐ سے اس طرح علم حاصل کیا ہے جیسے چڑیا کا بچہ اپنی ماں سے دانہ لیتا ہے۔ پروردۂ آغوش نبوت کے علاوہ قرآن مجید اور نبی اکرم کے اقوال وارشادات کی نشاندہی اور ان کی وضاحت بھلا اور کون کرسکتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے منصب خلافت پر فائز اصحاب سے لیکر پوری امت اسلامیہ آپ کے علم وحکمت سے بہرہ مند ہو رہی تھی۔

اور اس طرح نبی اکرمؐ کی حیات سے لیکر آپ کے بعد آپ کے ظاہری اور حقیقی جانشینوں کے درمیان اک عرصہ تک صرف اور صرف آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوششیں جاری رہیں جس سے صاحبان مطالعہ بخوبی واقف ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ درپردہ کچھ ناپاک عناصر قرآن مجید کی غلط تفسیر کر کے اپنے ناحق کو حق ثابت کرنے کی فکر میں تھے اس سلسلہ میں حدیثوں پر پابندی لگانے سے لیکر حدیثیں گڑھنے تک کے تاریخی شواہد موجود ہیں۔ سیاسی مفاد

پرستی کے اس دور سے حقیقی اسلام کا صحیح چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اس لئے کہ اس دور میں اسلامی دنیا نے اسلام کا ایک ایسا مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس نے اسلام سے نفرت کا ماحول فراہم کر دیا۔ وہابیت، طالبانیت، داعش اور نہ جانے کتنے اسلامی چہرے بنے ہوئے افراد صرف اور صرف اسلام کو بدنام کرنے کی فکر میں ہیں جو سب کے سب حقیقت میں استعماری طاقتوں کے اشارہ پر اسلام کی طرف رجحان نہ پیدا ہونے دینے کے منصوبہ کے ساتھ کام کر رہے ہیں ۔ ماضی سے لیکر آج تک استعماری طاقتوں نے اپنے منحوس مقاصد کے لئے دین کا سہارا لیا ہے چاہے وہ ایران میں بہائیت کے نام پر ہو یا غیر منقسم ہندوستان میں قادیانیت کی صورت میں یا برطانوی سامراج کے اشارے پر پوری عرب دنیا میں وہابیت کی شکل میں ۔ایسے حالات میں ایک حقیقی مسلمان وہ چاہے شیعہ ہوں یا سنی اس کی ذمہ داری ہے کہ استعماری سازشوں کی طرف متوجہ رہے حق کو ناحق سے مشتبہ نہ کرے، اسلام کے نام پر غیر اسلامی طریقہ کار کا طرفدار نہ بنے اسلام کے چہرہ سے ناپسندیدگی کی نقاب ہٹا کر اسے ایک دلچسپ پرکشش دین کی طرح دنیا کے سامنے پیش کرے جہاں توحید پروردگار کے ساتھ ساتھ تمام مخلوقات عالم کے حقوق کی رعایت کی گئی ہو۔

قرآن مجید کے سورہ ملک میں اپنی حکومت و اقتدار کے تذکرہ کے بعد موت وحیات کی خلقت کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ خلاق عالم نے جس طرح حیات کے لئے قوانین وضوابط معین کئے ہیں بالکل اسی طرح موت کے لئے بھی جامع دستورالعمل ہے۔ اور موت فنا کے بجائے ایک زندہ حقیقت ہے جو اعمال و آزمائش کے لئے ایک حقیقت کے طور پر مخلوق پروردگار ہے موت کے بعد انسان پتھر، مٹی یا بت نہیں بن جاتا بلکہ اس کی دنیاوی حیات کی طرح ہی اس کی آخروی زندگی کا ایک نیا مرحلہ شروع ہوتا ہے ۔مرنے والا اپنی دنیاوی حیات کی طرح اس اخروی زندگی میں بھی اسی عزت و احترام کا حامل رہتا ہے ۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ کی تعلیمات کی روشنی میں قبروں کا احترام امت اسلامیہ کا طریقہ کار رہا ہے خود پیغمبر اسلامؐ کی تدفین کے بعد

آپ کے پہلو میں ابتدائی دونوں خلفاء کے دفن کی فرمائش یا تدبیر بعد وفات حرمت رسولؐ کی دلیل ہے لیکن افسوس ساتویں صدی ہجری میں ابن تیمیہ نامی ایک فریب خوردہ شخص کی طرف سے مقدس قبروں کے احترام کا انکار اور پھر اس کے شاگرد ابن قیم کی طرف سے قبروں پر تعمیر کو منہدم کرنے کا فتویٰ عالم اسلام کے لئے مصیبت بن گیا۔ اگرچہ اس جاہلانہ پرفریب فتویٰ پر صاحبان عقل وشعور نے کبھی توجہ نہیں دی چنانچہ بارہویں صدی ہجری تک بلاکسی اختلاف اور شبہہ کے پوری اسلامی یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ میں قبے تعمیر رہے اور مقدس مزارات امت مسلمہ کے لئے ہدایت، برکت اور احترام کا مرکز رہے لیکن۔ تیرہویں صدی میں ترکی میں مرکزی اسلامی حکومت کے خاتمہ کے حالات میں اس کی جڑیں کمزور کرنے کے لئے برطانوی سامراج کو ایک متبادل اسلامی حکومت کی ضرورت کا احساس ہوا جو امت مسلمہ میں اختلافات کی آگ بھڑکا کر کسی بھی صورت میں امت کو ایک مرکز پر متحد نہ ہونے دے لہٰذا اس نے ابن تیمیہ کے سڑے ہوئے بدبودار نظریہ پر موجودہ ترقی یافتہ میکپ کے ذریعہ اسے بظاہر صاف ستھرا دکھا کر امت مسلمہ کو اس کی جانب متوجہ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اس سلسلہ میں اس کی نظر حجاز مقدس کی سرزمین پر گئی جہاں محمد ابن عبدالوہاب جیسا کم پڑھا لکھا لیکن کچھ الگ کر دکھانے کے جذبہ سے سرشار جوان دکھائی دیا جس نے شہرت کی خاطر کچھ بھی کر گذرنے کے جذبہ کو بروئے کار لاتے ہوئے استعماری سازشوں کی حمایت کی حامی بھری اس کے لئے اقتدار چاہئے تھا لہٰذا درعیہ کے حاکم سعود کو اقتدار کی کمان دے کر حکومت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور دین وسیاست کے نام پر ایک دوسرے سے الگ کر کے سیاسی فائدہ اٹھایا جاتا رہا اس طرح ایک نئی فکر کے ساتھ اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا مرحلہ آیا جس میں ابتدا میں شدت دکھائی گئی تاکہ ساری دنیا اس نئے نظریہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں تعمیر مقدس مزارات پر بنے ہوئے قبے منہدم کئے جانا اسی سازش کا نتیجہ تھے۔ جہاں اصحاب رسول اولاد رسول ازواج رسولؐ اور شہدائے اسلام کے مزارات تھے۔ اس کے علاوہ اسلامی فتوحات کی یادگار مساجد اور نہ

جانے کتنی اہم مقدس یادگاریں تھیں جنہیں مٹا کر اسلامی ثقافت کو نابود کرنے کی کوششیں کی گئیں یہی نہیں اس کے علاوہ نجف اشرف، کربلائے معلی تک پر چڑھائی کی گئی لیکن وہاں کی غیرت دار اقوام روضوں کو منہدم کرنے کی راہ میں حائل ہوگئیں اگر چہ اس سلسلہ میں بہت سا جانی و مالی نقصان ہوا اس طرح عالم اسلام میں وہابیت کے نام پر ایک نیا فتنہ وجود میں آیا جس نے تقریباً ڈیڑھ صدی میں طالبانیت اور داعش جیسی شکل اختیار کر لی۔ دنیا شاہد ہے کہ اس وقت کی وحشیانہ دھشت گردی کو اسلام کے نام سے جوڑنے میں سب سے اہم کردار اس وہابیانہ طرز عمل کا ہے داعش کی طرف سے پوری دنیا میں دہشت گردانہ حملے جو عالمی استعمار اور اس کے غلام وہابی حکمرانوں کے اشاروں پر انجام دیئے جاتے ہیں تاکہ اسلام کو بدنام کر کے اس سے نفرت کا ماحول پیدا کرسکیں. وہابی حکمراں اور ان کے زرخرید درباری علماء اپنے ان وحشیانہ اعمال پر اسلام کی نقاب ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ پورے دنیا میں آباد برادران اہل سنت کے سامنے اپنے مذہب کو اہل سنت کے نام پر پیش کرسکیں۔ بظاہر ساف ستھرے لباس سے ڈھکی ہوئی یہ بدبودار فکر بہت جلدی دولت وشہرت کا سہارا لیکر مسلمان بستیوں کو اپنی چپیٹ میں لے لیتی ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ اس کے مقابلے کے لئے ان کی کھوکھلی دلیلوں کی حقیقت واضح کی جائے اور صدر اسلام سے لیکر آج تک کے مسلمان جن میں صحابہ تابعین ائمہ معصومینؑ، علماء، فقہاء، اولیاء، خاصان خدا سب شامل ہیں ان کے طرز عمل کا جائزہ لیکر قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے تاکہ وہابیت کے چہرہ پر پڑی ہوئی اسلام کی نقاب کو ہٹا کر اس کا اصل مکروہ چہرہ دنیا کو دکھایا جاسکے اور اس طرح حقیقی اسلام کی تصویر دنیا کے سامنے پیش ہو سکے جہاں توحید الٰہی کے سایہ میں تمام باحیات اور دنیا سے بظاہر کوچ کر جانے والی شخصیتوں کا یکساں احترام ملحوظ رہا ہے۔ بزرگان دین کے مزارات ان کی تعلیمات کو زندہ رکھنے کا ذریعہ بنتے ہیں عمارتوں سے ثقافتیں زندہ رہتی ہیں مسلمانوں کے جان ومال عزت وآبرو کی حفاظت کا سامان فراہم ہوتا ہے اور دین اسلام واقعی اک امن وامان کا علمبردار بھائی چارے کا مذہب دکھائی دیتا ہے جس میں ہر مخلوق

کے حقوق کی حفاظت اور اس کا پورا پاس ولحاظ رکھا جاتا ہے

اس مختصر سی تحریر میں جنت البقیع کی مختصر تاریخ قبروں پر تعمیر کا شرعی حکم۔اس سلسلہ میں قرآن وسنت کے پیغامات کے علاوہ قبروں کی زیارت کے فائدے اور اس کی شرعی حیثیت پر بھی مختصر بحث کی جائے گی تا کہ قارئین کرام صحیح اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنے عقائد و اعمال کا جائزہ لیں اور وہابیوں کے ان سیاہ کارناموں سے واقف ہو کر دھوکہ کر حقیقی اسلام سے دور نہ ہوں۔مناسب ہے کہ ان تمام افراد کا شکریہ ادا کیا جائے جنہوں نے کسی طرح بھی کتاب کی تیاری میں مدد کی خاص طور پر برادر محترم جناب محسن جعفری صاحب کا جنھوں نے سنہ دو ہزار پندرہ میں ادارہ الاسوہ کی جانب سے انہدام بقیع کے موقعہ پر جنت البقیع سے متعلق مجلس کے بعد اس سلسلہ میں مختصر کتاب کی اشاعت کا نہ صرف مشورہ دیا بلکہ اشاعت کا خرچ برداشت کرنے کا وعدہ بھی کیا مصروفیت کی بنا پر دو سال تک کتاب کی تیاری کا موقعہ نہیں مل سکا پھر دو ہزار سترہ میں ماہ مبارک رمضان کے بعد انہدام بقھع کے موقعہ پر احساس ہوا کہ اب اس کتا بکو منظر عام پر آجانا چاہئے چنانچہ انتہائی عجلت میں مواد انتخاب کر کے کتابچہ تیار لیا جس کی اشاعت کا خرچ جناب محسن جعفری صاحب نے ہی برداشت کیا خداوند عالم ان کے مرجوم بزرگوں کے لیے ایصال ثواب کا ذریعہ قرار دے کتاب کا پہلا ایڈیشن اس کے موضوع کی انفرادیت کی بنا پر دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہوگیا اب دوسری بار طباعت کی تیاری ہے تا کہ اس عظیم اسلامی یادگار کی عظمت پر روشنی ڈال کر اسپر ظلم ڈھانے والے دشمنان اسلام کو بے نقاب کیا جاسکے

انہدام جنت البقیع پر احتجاجات کا سلسلہ پوری دنیا میں جاری ہے اور رہے گا۔اس موقع پر اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ دعا ہے کہ اس احتجاج میں حصہ لینے والے، اس کا انتظام کرنے والے اور اس طرح کے کسی طرح کا احتجاج کرنے والے پوری دنیا کے افراد جزائے خیر کے مستحق قرار پائیں امید ہے کہ ایک دن یہ احتجاجات ضرور رنگ لائیں گے اور سعودی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ جنت البقیع پر عالیشان روضے تعمیر ہوں گے جو پوری دنیا کی علمی، دینی،

سماجی، اقتصادی، اور سیاسی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے رحمت، مغفرت، برکت، عزت اور سربلندی کا سامان فراہم کریں گے۔ پروردگار عالم وہ دن ہم سب کو دیکھنا نصیب ہو جس دن دشمنان اسلام سرنگوں ہوں. پرچم اسلام سربلند ہو اور پوری دنیا کے مستضعف اور کمزور افراد کو ان کا حق مل سکے۔ دنیا کو عدل وانصاف سے پُر کرنے والا زمانے کا معصوم امامؑ نگاہوں کے سامنے ہو اور ہم سب ان کے دیدار کے جلوے سے بہرہ مند ہو رہے ہوں۔ آخر میں خداوند کریم کی بارگاہ سے دعا ہے کہ اس مختصر علمی کاوش کو میرے مرحوم والدین جناب سید وحید الحسن صاحب اور جناب تہذیب بیگم صاحبہ کے لیے قبر اور برزخ سے لیکر میدان محشر تک راحت وآرام کا ذریعہ قرار دے۔

والسلام

سید حمید الحسن زیدی

۶ر شوال المکرم ۱۴۳۸ھ

قبرستان جنت البقیع کا ایک مختصر تعارف

بقیع کے معنی:

عربی میں بقیع ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں مختلف قسم کے جنگلی درخت پائے جاتے ہوں بقیع غرقد کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ یہاں کانٹے دار غرقد نامی درخت کی کثرت تھی جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام بقیع غرقد پڑ گیا۔

جنت البقیع:

مدینہ منورہ کا قدیمی قبرستان، سرزمین بقیع کو قرار دیا گیا جسے بعد میں بعد قبرستان جنت البقیع کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

محل وقوع:

قبرستان جنت البقیع مدینہ منورہ کی آبادی سے باہر مسجد نبوی کے مشرقی سمت میں واقع ہے۔ پہلے اس کے اطراف میں مکانات و باغات تھے، تیسری صدی میں جب مدینہ منورہ کی فصیل (چوطرفہ دیوار) تعمیر ہوئی تو یہ قبرستان اس سے ملا ہوا تھا۔ اس فصیل کی متعدد بار تجدید ہوئی جن میں آخری تجدید عثمانی ترکوں کے دور میں سلطان سلیمان کے زمانے میں ہوئی۔ پھر اس ملک میں امن وامان قائم ہو جانے کے بعد اس فصیل کو منہدم کر دیا گیا۔

موجودہ حدود:

عصر حاضر میں شہر مدینہ کی توسیع کے بعد جنت البقیع شہر کے وسط میں قرار پا گیا ہے۔ مسجد نبویؐ اور جنت البقیع کے درمیان صرف ایک سڑک کا فاصلہ ہے۔ بقیع کے موجودہ حدود میں وہ علاقہ بھی شامل کر لیا گیا ہے جہاں خلیفہ سوم عثمان بن عفان کی قبر تھی جو اصل جنت البقیع کے حدود کے باہر ہے۔

جنت البقیع میں مدفون پہلی اسلامی شخصیت: عام طور پر مشہور یہ ہے کہ جنگ بدر کے بعد سب سے پہلے صحابی رسول عثمان بن مظعون کی وفات کے موقع پر نبی اکرمؐ نے انہیں بقیع میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ آپ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کی قبر مبارک پر علامت کے طور پر ایک پتھر رکھا اور حکم دیا کہ اس کے اطراف میں اور مرحومین کو دفن یا جائے۔

بعض مورخین نے بقیع میں مدفون پہلی شخصیت اسعد ابن زرارہ کی بیان کی ہے جس کی توجیح اس طرح ممکن ہے کہ شاید بقیع میں دفن ہونے والی انصار کی پہلی شخصیت اسعد بن زرارہ کی تھی۔

قبر جناب ابراہیم ابن رسولؐ: جب پیغمبر اسلامؐ کے فرزند جناب ابراہیم کی وفات ہوئی تو آپ نے انہیں بھی جناب عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن کرنے کا حکم دیا اس طرح قبرستان بقیع میں نسل پیغمبر اسلامؐ کے دفن کا سلسلہ شروع ہوا۔

بقیع میں مدفون ائمہ معصومینؑ: پیغمبر اسلامؐ کے بارہ جانشینوں میں سے چار معصوم امام یعنی امام حسنؑ امام زین العابدینؑ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی قبریں جنت البقیع میں ہیں۔ ایک احتمال کے مطابق صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر مطہر بھی اسی قبرستان میں ہے ان قبروں پر بنے ہوئے قبہائے مطہرہ کو آل سعود کے ظالم و جابر حکمرانوں نے منہدم کر دیا۔ عالم اسلام اس عظیم سانحہ پر سوگوار ہے۔

بقیع میں مدفون دیگر شخصیات: پیغمبر اسلامؐ کے اعزاء مثلاً آپ کے چچا جناب عباس بن عبدالمطلب، آپ کے چچازاد بھائی، جناب عقیل بن ابیطالب، آپ کے اصحاب مقداد ابن اسود، خزیمہ ذوالشہادتین، زید ابن حارثہ، جابر ابن عبداللہ انصاری کے علاوہ بہت سے اصحاب تابعین مدفون ہیں ان کے علاوہ پیغمبر اسلام کی ازواج آپ کی پھوپھیاں وغیرہ اور
جناب عباس علمدار کی والدہ جناب ام البنین بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔

جنت البقیع میں موجود قبے اور روضے

تاریخی حوالوں اور زایرین کے اقوال کے مطابق جنت البقیع میں اولاد رسول کی قبروں پر قبے اور روضے تعمیر تھے اس کے علاوہ شہزادی کونین حضرت فاطمہ ص کی یادگار بیت الحزن بھی تعمیر تھا استعماری سازشوں کے نتیجے میں وجود میں آنے والی سعودی حکومت نے وہابی نظریات کے اتباع میں ان مقدس بارگاہوں کو منہدم کر دیا انہدام کی یہ کاروایی دومرتبہ دہرایی گئی۔ پہلی بار سنہ ۱۲۲۰ھ اور دوسری بار سنہ ۱۳۴۴ھ پہلی بار انہدام کے بعد سنہ ۱۲۳۴ھ میں عثمانی حکومت کے فرماں رواسلطان محمود ثانی کے حکم سے ان میں سے بعض بارگاہیں دوبارہ تعمیر ہوئیں۔

انہدام کے محرکات:

استعماری طاقتوں نے اپنے ناپاک مقاصد کے لیے ہمیشہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے ان کے درمیان نفرتیں پھیلانے اور ان کی صفوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے نئے نئے اعتقادات اور نظریات کا سہارا لیا ہے چنانچہ ابن تیمیہ کے نظریات کو بنیاد بنا کر وہابیت کی شکل میں ایک نیا مذہب پیدا کیا محمد ابن عبدالوہاب نامی خودسر جوان کو اپنے مشن کی کامیابی کے لیے

آلہ کار بنایا درعیہ کے حاکم کو پورے علاقہ کی حکومت کا لالچ دیکر عبدالوہاب کا تابع بنایا اور اس طرح مسمانوں میں ایک طویل مدت کشمکش پیدا کر دی۔ شروع شروع میں پوری دنیا کے عام مسلمانوں نے اس غیر اسلامی حرکت کے خلاف احتجاج کیا پھر آہستہ آہستہ دولت کی بنیاد پر وہابیت کی ترویج کے ذریعہ پوری دنیا میں اپنے ہمنوا پیدا کر لیے اگر چہ انصاف پسند مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی آج تک وہابیت کے اس اقدام کی مذمت کر رہے ہیں وہابیوں نے طائف جدہ مکہ مدینہ میں مذہبی مقامات کے علاوہ کربلا اور نجف میں بھی اس قسم کے اقدامات کی کوشش کی لیکن وہاں کے بہادر عاشقان اہل بیت کی مزاحمت کے سامنے کامیاب نہ ہوسکے

انہدام جنت البقیع کے خلاف احتجاجات:

پوری دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ وہابیوں کے اس اقدام کے خلاف خود سعودی عرب میں مقیم مسلمانوں نے اس عمل کی مزمت کی پوری دنیا کے شیعہ ہر سال ۸ شوال کو انہدام جنت البقیع کے نام سے سوگ مناتے ہیں۔ اس دن عزاداری کے ساتھ ساتھ وہابیت کے خلاف غم اور غصہ کا اظہار کرتے ہیں اور تمام اسلامی اور غیر اسلامی مما لک کے انصاف پسند حکمراں اور عوام سعودی حکمرانوں سے بقیع کے مزارات کی دوبارہ تعمیر کا مطالبہ کرتے ہیں۔

جنت البقیع کے انہدام پر علماء اسلام کا ردعمل:

سید ابوالحسن اصفہانی سمیت نجف اور قم کے دیگر بزرگوں نے وہابیوں کے اس عمل کی شدید مذمت کی۔ کہا جاتا ہے کہ قبرستان بقیع کے انہدام کی وجہ سے حوزہ علمیہ قم کے بانی آیت اللہ حائری نے اپنی کلاس اور درس میں گریہ کیا اور اپنے درس و تدریس کو معطل کر دیا۔ آیت اللہ بروجردی نے اپنا نمایندہ محمد تقی طالقانی (آل احمد) کو حالات کا جائزہ لینے کیلئے مدینہ روانہ کیا۔ کراچی میں

اسلامی کانفرنس میں بھی محمد حسین کاشف الغطاء اور آیت اللہ بروجردی کے نمائندے، محمد تقی طالقانی نے سعودیہ عربیہ کے سفیر کے ساتھ ملاقات کی اور قبرستان بقیع کی تعمیر اور مرمت کی ضرورت پر زور دیا۔ سید محسن امین خود حالات کا جائزہ لینے حجاز گئے اور اپنی تحقیقات کے نتائج کو اپنی کتاب کشف الارتیاب میں مسلمانوں کے سامنے رکھا۔ اسی طرح بہت سارے فقہاء نے قبرستان بقیع کی تعمیر نو اور مرمت کے ضروری ہونے کا فتویٰ دیا۔

انہدام بقیع کے سلسلہ میں کتابوں کی اشاعت:

اس واقعے کے خلاف علماء اسلام کے دیگر اقدامات میں اولیاء الہی کے قبور کی تعمیر کے حوالے سے فقہی منابع اور احکام پر مشتمل کتابوں اور جرائد کی اشاعت تھی۔ محمد جواد بلاغی نے اپنی کتاب رد الفتوی بہدم قبور الائمہ فی البقیع میں قبور کی مسماری کے جواز کے حوالے سے وہابیوں کی فکر اور سوچ کو مخدوش کیا۔ اس کے علاوہ بقیع کی ویرانی کے حوالے سے مختلف کتابیں لکھی گئیں جن میں سے سید عبدالرزاق موسوی مقرم نے اپنی کتاب ثامن شوال میں سنہ ۱۳۴۳ھ ق کے واقعے کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح یوسف ہاجری کی کتاب 'البقیع قصۃ تدمیر آل سعود للآثار الاسلامیۃ' اور عبدالحسین حیدری موسوی کی کتاب 'قبور ائمۃ البقیع قبل تہدیمہا' میں ائمہ بقیع کی بارگاہوں کی ویرانی کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حسن آل برغانی کی کتاب 'بقیع الغرقد' میں مدینہ پر وہابیوں کے پہلے حملے اور بقیع کی ویرانی کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر شعبہ ہای زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی جانب سے قبرستان بقیع کے انہدام پر اظہار افسوس اور ندامت کو مختلف شاعروں نے اپنے اشعار میں قلم بند کیا ہے۔ محمد جواد بلاغی کی کتاب 'دعوی الہدی الی الدرع فی الافعال والتقوی' اور 'معجم ما ألفہ علماء الاسلام رداً علی الوہابیۃ' بھی اسی نوعیت کی ہیں۔

گوہر گمشدہ

اس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نبی اکرمؐ نے اپنی ۶۳ سالہ حیات برکت میں جس طرح کے آزار و اذیت کا نشانہ بن کر انسانیت کو جس پستی اور ذلت سے نجات دی تھی اس کے نتیجہ میں آپ کی آل پاک کو امت مسلمہ کے سر کا تاج ہونا چاہئیے تھا لیکن افسوس نبی اکرمؐ کی وفات کے فوراً بعد آپ کی اکلوتی دختر حضرت فاطمہ زہراؐ جنہیں نبی اکرمؐ نے اپنا جزء قرار دیا تھا جن کی تعظیم کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ جاتے تھے، جنہیں ام ابیہا کے لقب سے نوازا تھا، امت مسلمہ نے انہیں نہ صرف یہ کہ وہ احترام نہیں دیا جس کی وہ حقدار تھیں بلکہ انہیں یکسر نظرانداز کر دیا، شہزادی کونینؑ ان کے شوہر نامدار، مدافع اسلام، علی مرتضیٰؑ اور ان کے دونوں شہزادوں کے ساتھ امت مسلمہ نے جو برتاؤ کیا وہ تاریخ اسلام کے جگر کا ناسور ہے۔

نبی اکرم کی وفات کے بعد آپ کے دروازہ پر آگ اور لکڑیوں کا اکٹھا ہونا، پہلوئے مبارک کا شکستہ کیا جانا ۱۸ر برس کے سن میں عصا کے سہارے چلنا ۷۵ یا ۹۵ دن مسلسل گریہ کرنا وہ مصائب و آلام میں جن پر ہر دردمند دل قیامت تک آنسو بہاتا رہے گا لیکن ان سب سے عظیم مصیبت اس دریگانہ کی یادگار قبر مطہر کا معلوم نہ ہونا ہے۔ امت مسلمہ کے نام نہاد سربراہوں کے مظالم سے تنگ آ کر آپ نے تنہائی میں جنازہ اٹھانے کی وصیت فرمائی تھی جنازہ رات کی تاریکی میں اٹھ گیا اور قبر مطہر مصلحت الٰہی کے پردہ میں گم ہوگئی جس کی وجہ شاید یہ رہی ہو کہ دنیا کے مظالم کا سلسلہ رکنے والا نہیں تھا۔ شاید قدرت کو معلوم تھا کہ ایسا دور بھی آئے گا جب ظلم وستم کی انتہا ہوگی جہاں

قبریں بھی ظالموں کے ظلم سے محفوظ نہ رہیں گی۔ جیسا کہ وہابی دہشت گردوں نے ۱۳۴۴ھ میں جنت البقیع کے قبے منہدم کر کے اس نئے ظلم وستم کی بناڈالی اور پھر داعشی دہشت گردوں نے حجر بن عدی کی قبر مبارک کو کھود کر اس ظلم وستم کی عمارت میں آخری کیل ٹھونک دی جس سے کم از کم قبر زہراؑ پر مصلحت الٰہی کے پردہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب وہ کسی امر مقدس کی حفاظت کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اپنی مصلحتوں کے پردہ میں چھپا لیتا ہے۔ وہ چاہے شہیدہ شہزادی کونینؑ کی قبر مطہر ہو یا ان کے لال زمانے کے امامؑ کی حیات بابرکت۔ آج قبر زہراؑ کی گمشدگی آپ کے عقیدتمندوں کے لئے ایک ناقابل تحمل درد کا احساس ہے۔ کاش دریگانہ نبوت کی قبر مطہر پر ایک عالیشان روضہ تعمیر ہوتا اور خاندان رسول وآل رسولؐ سے عقیدت رکھنے والے پروانہ وار اس کے گرد چکر لگا کر عقیدتوں کے پھول نچھاور کرتے اور اپنا دامن مراد بھرتے لیکن فسق وفجور اور کفر ونفاق نے اسلام کے نام پر یہ گوہر گرانبہا ہماری نگاہوں سے اوجھل کر دیا اور بقیع کے روضے مسمار کر کے فرزندان زہرا کی قبروں کو ویران کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی آج مایوسی غربت اور بے کسی جنت البقیع کی داستان الم کو بیان کرتے ہوئے قبر زہراؑ کی گمشدگی کا مرثیہ پڑھ رہی ہے۔ اور ظالموں سے انتقام لینے والے غیب میں موجود امام کی بارگاہ میں استغاثہ کر رہی ہے۔ مولا آپ آئیں ہماری مایوسیوں کی شام ہو مقامات مقدسہ خاص طور پر مکہ مدینہ کی رونقیں واپس آئیں جنت البقیع پر عالیشان روضے تعمیر ہوں اور قبر صدیقہ طاہرہ جو پوری صالح امت اسلامیہ کا گوہر گمشدہ ہے اسے واپس مل جائے، ظلم وستم کی شام ہو مظلومیت کو اس کا حق مل جائے، اور پوری دنیا میں امن وامان قائم ہو۔

❑❑❑

قبروں پر تعمیر کا شرعی حکم

پیغمبر اسلامؐ کے دور سے لے کر ابن تیمیہ (متوفی ۷۰۸ھ) اور ان کے شاگرد ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) تک تقریباً سات سو پچاس برس ہو گئے تھے اور اس پوری مدت میں مسلمانوں کے درمیان ان کے شرعی مسائل میں قبروں پر عمارت تعمیر کرنے کے نام پر کسی طرح کا اختلاف، جھگڑا، بحث اور جذبات کو بھڑکانے یا انہیں نظرانداز کرنے کی بات نہیں تھی یہاں تک کہ ابن تیمیہ نے اپنے دور میں قبروں پر عمارت تعمیر کرنے کے عدم جواز کا فتویٰ دے دیا۔

اس نے یہ اعلان کیا کہ ائمہ اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبروں پر روضے تعمیر کرنا جائز نہیں ہے اور انہیں مسجد قرار دینا یا وہاں نماز ادا کرنا شرعی نہیں ہے اس کے بعد ابن قیم جوزی کا دور آیا۔ اس نے اس سے آگے بھی بیان دیا اور کہا کہ قبروں پر جو روضے بنے ہیں ان کا گرانا واجب ہے اور ان کے گرانے اور انہیں ختم کرنے پر قدرت حاصل ہو جانے کے بعد ایک دن کے لئے بھی ان کا باقی رکھنا جائز نہیں ہے۔

اس کے بعد محمد ابن عبد الوہاب (متوفی ۱۲۰۶ھ) آیا اور اس نے مذہب وفقہ میں سختی اور زبردستی کو داخل کیا جس کی بنیاد دوسروں کو کافر ثابت کرنے، ان پر شرک کا الزام لگا کر ان کا خون مباح کرنے، ان کی آل واولاد کو اسیر کرنے جیسی سزائیں معین کیں ہر اس شخص کے لئے جو اس کی نظر میں تکفیر کے اسباب میں سے کسی سبب کا مرتکب ہو۔ یہاں تک کہ اس نے یہ سزائیں ان افراد تک کے لئے بھی معین کیں جو دوسروں کو کافر قرار دینے کے نظریئے میں ذرہ برابر بھی اس کی مخالفت کرتے ہوں۔

درعیہ کے حاکم سعود کی حمایت نے محمد ابن عبدالوہاب کے افکار ونظریات کی نشر واشاعت اور اس کے ابتدائی اقتدار کو ہماہنگ کرنے میں اہم ترین کردار ادا کیا جس کے نتیجے میں اس نے مختلف مناطق پر حملہ کر کے اپنے نظریات کو عملی جامہ پہنانے کی بھرپور کوشش کی۔

اس وقت سے لے کر آج تک قبروں پر روضے تعمیر کرنے کا مسئلہ وہابیوں کی جانب سے تمام مسلمانوں پر طنز وتشنیع کے لئے سب سے نمایاں اور اہم سبب بن گیا۔ قبروں پر عمارتوں کی تعمیر کے نظریہ کی مخالفت کو ایسی تلوار قرار دیا گیا جو کفر اور شرک کا اتہام ثابت کرنے کے لئے استعمال ہو۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں میں شدید اختلاف پیدا ہوا اور اتحاد اسلامی جیسی عظیم نعمت خطرہ میں پڑ گئی۔

اس مسئلہ کی اہمیت اور اس سلسلہ میں شدید حساسیت کی بنا پر ضرورت محسوس ہوئی کہ اس موضوع کا مختلف اعتبارات سے مطالعہ کیا جائے اور پھر اس سلسلہ میں کوئی حتمی فیصلہ کیا جائے۔ اس بحث سے ہمارا مقصد صرف حقیقت کو بیان کرنا ہے تاکہ مسلمانوں میں آپسی اختلافات اور اس کے سنگین نتائج کے خطرہ کو کم کر کے ان میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کی جائے اور ایک دوسرے کو کافر قرار دینے کے غلط نتائج سے بچکر ان کی دیرینہ عظمت وشوکت کو واپس لایا جائے۔

قبروں کی تعمیر اور انکے احترام کا مسئلہ قرآن کی روشنی میں

جب ہم نے قرآن مجید کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس مسئلہ کے بارے میں قرآنی نظریہ سے واقف ہونے کی کوشش کی تو بہت سی آیات ایسی دکھائی دیں جو اس مسئلہ میں قرآنی موقف کی جانب واضح اشارہ کرتی ہوئی نظر آئیں جیسے خداوند عالم کا ارشاد ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚ اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ؕ رَبُّهُمۡ

اَعۡلَمُ بِهِمۡ ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰٓى اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ مَّسۡجِدًا.

(سورۂ کہف ر ۲۱)

''اور اس طرح ہم نے قوم کو ان کے حالات پر مطلع کر دیا تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچّا ہے اور قیامت میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے جب یہ لوگ آپس میں ان کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے اور یہ طے کر رہے تھے کہ ان کے غار پر ایک عمارت بنادی جائے۔خدا ان کے بارے میں بہتر جانتا ہے اور جو لوگ دوسروں کی رائے پر غالب آئے انہوں نے کہا کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے۔''

اس آیت سے استدلال کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں اصحاب کہف کے قصہ کی طرف اشارہ کیا گیا جب ان کے حالات اور ان کی جگہ سے لوگ واقف ہوئے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم اس پر عمارت بنائیں گے اور بعض نے کہا کہ ہم اس پر مسجد بنائیں گے۔آیت کا سیاق (تسلسل) ثابت کرتا ہے کہ پہلی والی گفتگو یعنی عمارت بنانے کا نظریہ کفار کا تھا اور دوسری گفتگو توحید پرستوں سے متعلق تھی اور آیت نے بلا کسی ناپسندیدگی اور انکار کے دونوں نظرئیے اور اقوال پیش کئے۔اگر ان دونوں نظریوں میں ذرہ برابر کوئی بھی غلط اور باطل چیز ہوتی تو آیۂ کریمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا جاتا اور کسی بھی قرینہ سے اس کے باطل ہونے کو ثابت کیا جاتا۔قرآن مجید کی آیت میں دونوں اقوال کی تائید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت اسلامی میں یہ دونوں اقوال اور نظریات قابل قبول ہیں بلکہ آیت میں توحید پرستوں کے اقوال کو جس سیاق میں پیش کیا گیا ہے اس سے اس فعل کی مدح وثنا کی کیفیت کو بھی سمجھا جا سکتا ہے۔مشرکین کے قول میں بظاہر شک و شبہ پایا جاتا ہے جب کہ توحید پرستوں کے یہاں یقین اور قاطعیت سے 'لنتخذن' (ہم ضرور بنائیں گے) ان کی ایمانی بصیرت کی ترجمانی ہے۔وہ لوگ صرف عمارت بنانا نہیں چاہتے بلکہ مسجد بنانا چاہتے ہیں۔اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وہ افراد تھے جو خدا کی معرفت رکھتے تھے اور اس کی عبادت اور اس کی قربت کے لئے نماز کے قائل تھے۔

فخر رازی 'لنتخذن علیہ مسجداً' (ہم اس پر مسجد بنائیں گے) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہم اس پر اللہ کی عبادت کریں گے اور اس مسجد کے وسیلے سے اصحاب کہف کے آثار کو باقی رکھیں گے۔

شوکانی کا کہنا ہے کہ مسجد قرار دینے کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ مسلمان تھے جب کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ لوگ مذکورہ قوم کے حکام وسلاطین تھے اور وہ لوگ اپنے مخالفین پر غالب آئے تھے۔ پہلا والا نظریہ زیادہ بہتر ہے۔

زجاجی کا بیان ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اصحاب کہف کے واقعہ کی حقیقت سامنے آئی۔ اس وقت مومنین کو غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ مسجدیں مومنوں سے مخصوص ہوتی ہیں۔

یہاں پر اگر صرف ہم ہوں اور آیۂ کریمہ تو اس سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ آیۂ کریمہ ان نیک اور صالح ذوات مقدسہ کی قبروں پر تعمیر اور مسجد کو روا بلکہ قابل مدح سمجھتی ہے۔ جن کا مرتبہ اور شان بلند و بالا ہو اس لئے کہ وہ قرآن کریم کی خاص توجہ اور اس کی مدح وثنا کا مرکز قرار پائے ہیں اور کتاب خدا میں ان کے ذکر سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کی قبروں کے پاس نماز جائز ہے اور اس پر مساجد اور روضے تعمیر ہو سکتے ہیں۔

بلا شک وتردید یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انبیائے کرام اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی شان و منزلت ان نیک اور صالح جوانوں (اصحاب کہف) سے بھی زیادہ بلند و بالا ہے۔ جب اصحاب کہف کی قبروں کے پاس نماز جائز ہو سکتی ہے اور اس پر عمارت تعمیر ہو سکتی ہے تو انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے قبور مطہرہ پر بدرجۂ اولیٰ عمارت تعمیر ہو سکتی ہے اور اسے مسجد وعبادت گاہ بنایا جا سکتا ہے۔

۲۔ خداوند عالم کا ارشاد:

وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ﴿۳۲﴾

اور جو اللہ کی نشانیوں کا احترام کرے گا، یہ اس کے دل کے تقویٰ کی علامت ہوگا۔ اس آیۂ

کریمہ سے استدلال دو باتوں کو بیان کرنے پر منحصر ہے۔

الف: شعائر کے معنی اور اس کا مفہوم کیا ہے؟

الف: کیا انبیاء و مرسلین کی قبریں شعائر ہیں اور کیا ان کی تعظیم اور ان کی عمارت کی تعمیر شعائر الٰہی کا احترام ہے۔

ب: پہلے موضوع کے بارے میں ہم عرض کریں گے کہ شعائر شعیرہ کی جمع ہے۔ شیخ طوسیؒ نے مجمع البیان میں کہا ہے کہ شعائر کے معنی اعمال کے لئے ایک خاص مقام اور شعائر اللہ یعنی اللہ کی نظر میں وہ خاص مقامات ہیں جنہیں اس نے اپنی عبادت کا مرکز قرار دیا ہے لہٰذا ہر وہ مقام جو ایک خاص عبادت سے مخصوص ہو جیسے دعا، نماز وغیرہ وہ خاص عبادت گاہ بن سکتا ہے اور اسے اس عمارت کو مشعر قرار دیا جائے گا۔ شعائر کی واحد شعیرہ ہے لہٰذا شعائر یعنی مختلف عبادتوں کے مقامات جیسے سعی کرنے کی جگہ، قربانی کی جگہ وغیرہ۔

مشہور شاعر کمیت اسدی کا کہنا ہے:

نقتلهم جيلا فجيلا نراهم

شعائر قربان بهم يتقرب

ہم انہیں نسل در نسل قتل کرتے رہے لیکن پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قربت پروردگار کی ایسی نشانیاں ہیں جن سے قربت حاصل کی جا سکتی ہے۔

قرآن کریم میں یہ کلمہ 'شعائر' اس آیت کے علاوہ تین جگہوں پر استعمال ہوا ہے۔ سورۂ بقرہ (۱۵۸) میں تذکرہ ہے۔ 'ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ' (صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔) لہٰذا خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیوں کا مصداق طے ہو گیا۔ سورۂ حج (۳۶) میں ایک اور مصداق واضح کیا گیا جب خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ

كَذٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۳۶﴾

سورۂ مائدہ (۲) میں ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَآئِرَ اللهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ.

اے ایمان والو! خدا کے شعائر کو حلال نہ سمجھو اور حرام مہینوں نیز نشانی یا بغیر نشانی والی قربانیوں کی حرمت کا خیال رکھو۔

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں شعائر کے تین مصداق ہیں جو سب کے سب حج سے متعلق ہیں اور ایک دوسری آیت میں انہیں سبک اور حقیر سمجھنے سے منع کیا گیا ہے اور چوتھی آیت میں ان کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ آیتیں اگر چہ حج کے بارے میں وارد ہوئی ہیں لیکن پھر بھی ان میں صرف کسی خاص مفہوم کو پیش نظر نہیں رکھا گیا ہے بلکہ ایک عام مفہوم ہے جو متعدد مصادیق پر صادق آسکتا ہے۔ ان آیات میں ان میں سے صرف بعض مصادیق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو حج سے متعلق تھے لیکن اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے کہ شعائر کا مفہوم صرف اتنے ہی مصادیق میں منحصر ہے اور ان کے علاوہ کوئی اور مصداق نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان مصادیق میں انحصار نہیں ہے۔ صفا اور مروہ کی آیت میں کہا گیا ہے۔ 'من شعائر اللہ' (اللہ کی نشانیوں (شعائر) میں سے) اور بدن کی آیت میں ارشاد ہے: جعلنا ھا لکم من شعائر اللہ (ہم نے قربانی کو تمہارے لئے شعائر اللہ (اللہ کی نشانیوں) میں سے قرار دیا۔) ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ شعائر کا مفہوم عام ہے۔

مذکورہ امور ان میں سے بعض مصادیق ہیں جیسا کہ لفظ 'من' سے ظاہر ہوتا ہے جو تبعیض (یعنی بعض اور جز) ہونے پر دلالت کرتا ہے اور آیۂ کریمہ دیگر شعائر کے احترام کا حکم بھی دیتی ہے۔ یہی حال آیۂ کریمہ لاتحلوا شعائر اللہ.....کا بھی ہے۔

مفسرین نے، شعائر اللہ سے کیا مراد ہے، اس میں اختلاف کیا ہے اور اس سلسلہ میں دو قول ہیں:

۱۔ خداوند عالم کا ارشاد: لاتحلوا شعائر اللہ۔ اللہ کی نشانیوں اور فرائض میں سے کسی کو بھی نظر انداز نہ کرو۔ جنہیں اس نے اپنی عبادت کے لئے معین کیا ہے اور ان لوگوں نے اسے واجب قرار دیا ہے۔

اس قول کی بنا پر شعائر اللہ تمام شرعی ذمہ داریوں میں عام ہیں اور کسی بھی چیز سے مخصوص نہیں ہیں اور اس سے قریب ہے حسن کا نظریہ جو کہتے ہیں شعائر اللہ یعنی اللہ کا دین۔

۲۔ صفا و مروہ اگر چہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ عنوان بہت سے دیگر امور پر بھی صادق آتا ہے اس لئے کہ وہ سب کے سب علامت اور اس کی پہچان کا ذریعہ ہوتے ہیں اور ہمیں قرآن مجید سے یہ توقع نہیں رکھنا چاہئے کہ وہ اس عنوان شعائر اللہ کے تمام مصادیق شمار کر کے بتائے جن میں سے ہر ایک کو شعائر کے نام سے یاد کیا جاسکتا ہو۔ یہاں تک کہ یہ امر توقیفی ہو اور دوسری کسی ایسی چیز کو شامل نہ ہوسکتا ہو جو شعایر اللہ کا ملاک اور معیار ہونے میں ان مصادیق کے ساتھ شریک ہو بلکہ قرآن کریم نے ایک عام مفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے اور صرف اس کے بعض مصادیق کو بیان کیا ہے اور ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو یہ بیان کر سکے کہ یہاں کسی طرح کا کوئی حصر توقیفی ہے بلکہ یہ عام مفہوم ہے جو اس چیز پر بھی سایہ فگن ہوگا جس پر اسے منطبق کیا جا سکتا ہے لہٰذا کعبۂ معظمہ، مسجد نبوی، شریعت کے اصول جیسے روزہ و نماز، حج، زکوٰۃ، دین اسلام کی نشانیاں اور اس کے اسرار و رموز جیسے انبیاء و مرسلین اور اولیاء معصومینؑ سب کے سب شعائر الٰہی میں سے ہیں جن کی تعظیم واجب اور جن کو سبک اور حقیر سمجھنے سے منع کیا گیا ہے۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی اکرمؐ ان شعائر میں سب سے عظیم نشانی و علامت ہیں اور ان تمام مصادیق میں سب سے نمایاں ہیں جن کا احترام واجب و ضروری ہے اور

اس سلسلہ میں صرف وہی ذوات مقدسہ آپ کے ساتھ شریک ہیں جن کو رسالت کی منزل میں کوئی حیثیت یا دین میں کوئی نمایاں خصوصیت حاصل ہے اورانہیں ہدایت کی نشانیوں میں شمار کیا جائے اوران کی تعظیم کو دین کی تعظیم کے عنوان سے فرض کیا جائے۔

جب تک تعظیم کی بازگشت دین کی طرف ہے خود ذات نبی اکرمؐ کی طرف نہیں اس وقت تک اسے کسی خاص زمانے یا مکان سے مخصوص نہیں قرار دیا جاسکتا لہٰذا آپ کی تعظیم جس طرح آپ کی حیات بابرکت میں مطلوب اور پسندیدہ ہوگی، بالکل اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی پسندیدہ اور مطلوب پروردگار ہوگی اوراس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اسلامؐ کی تعظیم شعائر الٰہی کی تعظیم کے سب سے نمایاں مصادیق میں سے ہے۔آپ کی حیات بابرکت کے بعد اس کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں جیسا کہ عقلاء کے درمیان رائج ہے مثلاً آپ کی ولادت بابرکت کے موقع پر جشن وسرور کی محفلوں کا انعقاد، آپ کی زندگی سے متعلق تاریخی آثار و اسناد کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا خاص طور پر جن کو نابود کر دئے جانے کا خطرہ ہو ان کو نئی نسلوں تک محفوظ پہنچانے کے لئے پوری طرح انہماک اور دلچسپی رکھنا

بعض شواہد اور دلیلوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی نے اپنے بعض احکام میں اس پہلو کی رعایت کی ہے جیسے بعض مواقع پر نبی کریمؐ اوران کی آل پاک پر درود وسلام کو لازمی قرار دینا یا اکثر جگہوں پر اسے مستحب موکد سمجھنا، خاص طور پر ہر نماز کے آخر میں آپ پر سلام وتحیت کا حکم دینا اور مومنین پر آپ کے اقرباء کی محبت لازم کرنا وغیرہ ان تمام احکام وقوانین میں چند عناصر پر توجہ کی جاسکتی ہے جن میں سرفہرست نبی اکرمؐ کی تعظیم وتکریم ہے جو حقیقت میں دین و شریعت کا پاس ولحاظ رکھنا ہے نہ کہ دین سے ہٹ کر صرف ذات پیغمبرؐ اورآپ کی شخصیت کا پاس ولحاظ رکھنا

اسی بنا پر نبی اکرمؐ، کی قبر مطہر عمارت کی تعمیر یا اس جیسے دیگر امور کی حقدار ہے جسے اسلام کی واضح اور نورانی شریعت شعائر الٰہی سمجھتی ہو نیز نبی اکرمؐ اوران کے اہل بیت علیہم السلام کی

تعظیم وتکریم کے سلسلہ میں اس عظیم شریعت کے احکام سے عام جہات سے مکمل ہماہنگی وسازگاری رکھتی ہو۔اس اعتبار سے کہ احترام وتعظیم کی ان جہتوں میں صرف ذات پیغمبرؐ ہی کا حاظ نہ کیاجائے بلکہ اسے آپ کے ذریعہ لائے جانے والے دین وشریعت کی عظمت وحرمت قرار دیاجائے۔دین وشریعت کے احکام کی پابندی اوران کی تعظیم وتکریم وہ اہم ترین عنصر ہے جونبی اکرمؐ کی حیات اورآپ کی وفات کے بعد دونوں ادوار میں قائم ودائم ہے چاہے وہ قبر نبی اکرمؐ کی عزت وحرمت کی شکل میں ہویاہدایت کی دیگرنشانیوں کی صورت میں جیسے اہل بیت علیہم السلام بلکہ تمام صلحاء،اولیاءاورعلماءابرارکی شکل میں چاہے وہ جس زمان ومکان میں پائے جاتے ہوں لہٰذایہ کہا جاسکتاہے کہ تعظیم کاحکم صرف ذات پیغمبرؐ سے یاان کی حیات بابرکت کے دور سے مخصوص نہیں ہے۔جس تعظیم کا تبادراس آیۂ کریمہ ذٰلِ ※ وَمَن یعَظِّم شعَآئِرَ اللّٰ ※ فَ اِنَّ ※ امِن تَقْوَ ※ اْلقُلُوبِ ﴿۳۲﴾ سے ہوتاہے اس کے نبی اکرمؐ اورآپ کے بعد آپ کے اہل بیت علیہم السلام اس کے سب سے نمایاں مصادیق ہیں۔

۳۔ خداوندعالم کاارشاد: قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ط

(شوریٰ ر ۲۳)

اے رسولؐ! کہہ دیجئے کہ میں رسالت کی اجرت کچھ نہیں چاہتا سوائے قرابت داروں کی محبت کے۔

یہ آیۂ کریمہ اس سے کہیں زیادہ واضح اورروشن ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہو۔۔یہ آیت واضح طورپر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرمؐ کے قرابت داروں سے محبت امت اسلامی کے لئے واجب اورضروری ہے جس طرح اگرکسی شخص کوکسی کام کے لئے بلایا جائے تو اسے اس کی اجرت دینا ضروری اور واجب ہوتا ہے۔ یہ وجوب مطلق اور بلاکسی قید وشرط کے ہے جوکسی زمانے یامکان یاکسی خاص کیفیت سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس آیۂ کریمہ سے ظاہرہوتاہے کہ نبی اکرمؐ کے قرابت داروں سے اس مودت ومحبت کا اظہار ہر زمانے اور ہر جگہ اور ہرطرح کی

کیفیت وحالات میں ضروری ہے۔

اوراس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان ذوات مقدسہ میں سے کسی کی قبر مبارک پر عمارت تعمیر کرنااوراسے آباد رکھنا اس مودت ومحبت کے عام مصادیق میں سے ہے مثلاً جوشخص اپنی حیات میں مختلف طریقوں سے آل رسولؐ سے محبت ومودت نہیں کرسکااس کے لئے اس کی قبر مبارک کااحترام اوراسے آباد رکھنے کی تدبیروں کے ذریعہ اس کے احترام کوادا کرنا ہوگا تاکہ وہ اس طرح آل رسولؐ کی محبت کے سلسلہ میں اپنی شرعی ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہوسکے اور اس طرح یہ واضح ہوجاتاہے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی قبر مبارک کی تعمیر نہ صرف یہ کہ جائز اور مستحب ہے بلکہ بعض اوقات واجب اور ضروری ہے اور یہ راہ وروش اوراحترام کا یہ راستہ تمام امتوں اور تمام طرح کے انسانی سماجوں میں رائج ہے کہ وہ لوگ اپنے رہبران دین کے ساتھ وفادار رہ کران سے اظہارمحبت کے لئے ان کی قبروں پرضریح بنا کراپنے اس جذبہ محبت ووفا کااعلان کرتے ہیں اورہمیشہ اسے محفوظ اورآباد رکھنے کی فکر میں رہتے ہیں۔وہ اس سلسلہ میں مختلف قسم کے بڑے سے بڑے پروگرام کرتے ہیں،ان کی قبروں پرپھولوں کانذرانہ پیش کرکے اس پرکوئی نہ کوئی ایسی یادگارنصب کرنا چاہتے ہیں جن سے ان کی عظمت وشخصیت کی یادزندہ رہے۔

لہٰذامذکورہ تینوں آیتوں کے بارے میں بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ قبروں پرعمارت سازی اوران کی تعظیم وتکریم یہ قرآن مجید کی تاکیداوراس کاواضح موقف ہے جیسا کہ ان تینوں آیتوں میں خلاصہ کیا گیاہے اورقرآن مجید کی آیتوں میں ایسا کوئی ثبوت یاایسی کوئی دلالت موجودنہیں ہے جواس سے منافات اورٹکراؤ رکھتی ہواوریہ تینوں آیتیں اپنی عام دلالت کے اعتبار سے اولیاءاورتمام بزرگان دین کی قبورمبارک کوشامل ہوتی ہیں جنہیں دین کے اسراروموز اور اس کی رسالت کی پہچان کے ذرائع قرار دیا جاسکتا ہو۔البتہ یہ حکم ان ذوات مقدسہ کے لئے علاوہ بقیہ عام لوگوں کوشامل نہیں ہوگا۔

قبروں کی تعمیر کا مسئلہ سنت نبویؐ کی روشنی میں

قبروں پر عمارت کی تعمیر اور ان کی تعظیم و تکریم کے مسئلہ میں جب ہم سنت نبویؐ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اہل سنت نے قبروں پر تعمیر کو حرام قرار دینے کے لئے بظاہر جن روایتوں پر بھروسہ کیا ہے، وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلام تشئیع جنازہ میں شریک تھے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو مدینہ جائے اور وہاں کوئی بت بغیر توڑے نہ چھوڑے اور کوئی قبر بغیر برابر کئے باقی نہ رکھے اور کوئی تصویر بغیر خراب کئے نہ چھوڑے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسولؐ۔ وہ شخص مدینہ گیا لیکن وہاں کے لوگوں سے ڈر گیا اور وہاں سے واپس آ گیا پھر حضرت علی علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہؐ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ۔ حضرت علی علیہ السلام گئے اور واپس آ کر بیان کیا کہ میں وہاں گیا اور میں نے کوئی بت نہیں پایا مگر یہ کہ اسے توڑ دیا، کوئی قبر نہیں پائی مگر یہ کہ اسے برابر کر دیا اور کوئی تصویر نہیں پائی مگر یہ کہ اسے خراب اور مبہم کر دیا۔

جو شخص اس روایت پر توجہ کرے، وہ محسوس کرے گا کہ یہ روایت کئی جہتوں سے مشکوک ہے۔

۱۔ سب سے پہلے اس واقعہ کے زمانے اور مکان کے اعتبار سے۔ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے ہوا۔ بظاہر ممکن نہیں لگتا کہ نبی اکرمؐ نے مکہ سے کسی شخص کو مدینہ بھیجا ہو کہ وہ جا کر وہاں بتوں کو توڑ دے اس لئے کہ اس زمانے میں مکہ کے حالات ایسے نہیں تھے کہ پیغمبر اسلامؐ تمام مسلمانوں کی تشئیع جنازہ میں شریک ہوں اور اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے اصحاب کرام سے ایسے حاکمانہ لہجے میں یہ بات کہی ہو جیسے مکمل طور پر مضبوط سیاسی

اقتدار حاصل ہو۔ اس طرح کہ ایک شخص جا کر تمام احکام پر آزادی کے ساتھ عمل کر سکے، تمام بتوں کو توڑ دے، تمام قبروں کو برابر کر دے اور تمام تصویروں کو تباہ کر دے لہٰذا اب ایک ہی راستہ بچتا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد رونما ہوا جب نبی اکرمؐ باقاعدہ وہاں قیام پذیر ہوں اور آپ کے ہاتھوں میں ایک مضبوط سیاسی اقتدار ہو۔

اگر ہم اس روایت پر دقت کریں تو اس زمانے میں ممکن نہیں ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس زمانے تک مدینہ منورہ میں بت موجود تھے جب کہ مشہور یہ ہے کہ اوس وخزرج ابتدائی مراحل میں اسلام لا چکے تھے اور اس وقت نبی اکرمؐ کی حکومت کے ارکان مضبوط ہو چکے تھے، سوائے منافقین کے عمل کے ہر جگہ آپ کے احکام اور آپ کے تعلیمات پر مکمل طور پر عمل ہوتا تھا اور منافقین کے یہاں بت پرستی جیسی عادات واطوار کا تذکرہ نہیں ملتا اس لئے راوی کے اس قول کے کوئی معنی نہیں ہوں گے کہ پہلے جانے والا شخص اہل مدینہ سے ڈر گیا اور واپس آ گیا کیا اس وقت تک مدینہ کے لوگ اس حد تک بت پرستی سے وابستہ تھے کہ نبی اکرمؐ کے ذریعہ بھیجے گئے شخص کو ڈرا کر واپس کر دیتے؟ کیا تاریخ میں اس طرح کا کوئی اور نمونہ موجود ہے اور اگر یہ مسئلہ اتنا ہی اہم ہے تو اس کے لئے وسیع ردعمل یعنی اس سے بڑے پیمانے پر قدم اٹھانا چاہئے تھا نہ صرف یہ کہ محض ایک دوسرے شخص کو اس اہم کام کی ذمہ داری سونپی جاتی۔ بھلا یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایک شخص کے ذریعہ اتنے بڑے اور حساس مرحلہ کو سر کرنے کا مطالبہ کیا جائے اور اس بات کی تصدیق کس طرح کی جا سکتی ہے کہ ایک اکیلا شخص مدینہ جائے اور مختصر سی مدت میں ان تمام احکام پر عمل کر کے واپس آ جائے جن کا روایت میں تذکرہ کیا گیا اور کیا یہ ممکن ہے کہ اہل مدینہ نبی اکرمؐ کی طرف سے ایک شخص کے پیغام پر بتوں کے توڑنے کے عمل کو قبول کر لیں۔ یہ بہت بعید ہے کہ وہ اتنی آسانی سے اپنے آباء واجداد کی تصویروں کو مخدوش کرنے اور ان کی قبروں کو منہدم کرنے کے عمل کو قبول کر لیں۔ یہ ایک انتہائی حساس اور جذبات سے جڑا ہوا مسئلہ ہے جس کے لئے انسانی نفوس بغیر مقدمہ سازی اور پہلے سے آمادگی کے تیار نہیں ہو سکتے اور یہ طے ہے کہ

ایسے کاموں کے لئے ابتدائی مرحلہ میں انکار و اعتراض سامنے آتا ہے جب کہ راوی کے بیان کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک اکیلا شخص مدینہ گیا، بتوں کو توڑا، تصویروں کو مخدوش کیا، قبروں کی حالت میں تبدیلی کر کے انہیں برابر کیا اور بلا کسی مزاحمت اور اعتراض کے واپس پہنچ گیا۔ اس کے برخلاف یہ بھی واضح ہے کہ نبی اکرمؐ کے مدینہ میں قیام کے دوران مدینہ میں بت موجود نہیں تھے اور ایک شخص یہ عمل ہر گز انجام نہیں دے سکتا تھا اور وہ بھی مختصر سی مدت میں جو ان کاموں کو انجام دینے کے لئے کافی نہیں تھی اور اگر یہ کام انجام بھی پاتا تو لوگوں کی طرف سے اتنی آسانی سے اسے انجام نہ دینے دیا گیا ہوتا، وہ اتنی آسانی سے اسے انجام دینے کے لئے ہر گز تیار نہ ہو جاتے۔

شاید پہلے شخص کے ڈر جانے اور اس سلسلہ میں کوئی قدم نہ اٹھا سکنے کا سبب یہی کیفیت رہی ہو اور وہ دیکھ رہا ہو کہ مدینہ کے لوگ کس طرح اپنے بزرگوں کی قبر کے احترام اور ان کو باقی رکھنے کے سلسلہ میں حساس تھے اور اس حساسیت کا تقاضا تھا کہ وہ دوسرے شخص کی مزاحمت کرتے جنہیں اس کام کے لئے بھیجا گیا تھا اور ان کے حوالہ کئے گئے کاموں کی انجام دہی میں کچھ نہ کچھ ہنگامہ اور اعتراض ضرور ہوتا اور وہ اس سلسلے میں نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ بات پوری طرح مشہور ہوئی ہوتی اور راویوں نیز مورخین کے درمیان رائج ہوتی۔

۲۔ حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ میں اپنی حکومت کے دوران ابوالہیاج اسدی کو کوفہ میں اس طرح کی مہم کے لئے بھیجا تھا جو آپ کی انتظامی فورس کے کمانڈر تھے۔ احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا کہ اس سے سفیان بن حبیبی نے انھوں نے ابووائل سے انہوں نے ابوالہیاج اسدی سے نقل کیا کہ مجھ سے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں اس کام کے لئے بھیج رہا ہوں جس کام کے لئے رسول خداؐ نے مجھے بھیجا تھا۔ جہاں کسی کی تصویر دیکھنا، اسے خراب کر دینا اور جس قبر کو اٹھا ہوا دیکھنا اسے برابر کر دینا۔

ابوالہیاج جو اس وقت امام کی انتظامیہ فورس کا کمانڈر تھا اور یہ ذمہ داری اسے بھاری فورس کے ساتھ سونپی گئی تھی۔ اس طرح سے اسے کام کے لئے بھیجنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور یہ

طے ہے کہ وہ تمام شکوک وشبہات جو پچھلی روایت میں تھے، وہ اس روایت میں بھی پائے جائیں گے اس لئے کہ یہ روایت بھی اسی طرح کی وجوہات پر مشتمل ہے اور چونکہ ہم نے اس روایت میں مختلف قسم کے شکوک وشبہات کی بنا پر اسے قبول نہیں کیا لہٰذا ابوالھیاج الاسدی کی روایت کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ وہ بھی اسی طرح کے حالات پر مشتمل ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ابوالھیاج اسدی کے لئے اپنے حکم اور مدینہ میں تشییع جنازہ کے موقع پر رسول اکرمؐ کے حکم درمیان رابطہ قرار دیا ہے لہٰذا جو شکوک وشبہات اس روایت پر ہیں وہ یہاں بھی ہوں گے۔ اس کے علاوہ ابوالھیاج کی روایت میں ایک خاص طرح کا ضعف بھی پایا جاتا ہے۔ روایت کی سندیں جرح وتعدیل کرنے والے علمائے اہل سنت کے نزدیک معتبر نہیں ہیں اس روایت کے دو راوی ضعیف ہیں۔ سفیان ثوری اور حبیب ابن ابی ثابت۔

ذہبی نے سفیان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ تدلیس کرتا تھا اور ضعیف راویوں سے روایت نقل کرتا تھا۔ ابن حجر نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ سفیان نے ایک حدیث نقل کی، اس وقت میں وہاں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ تدلیس سے کام لے رہا ہے۔ جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، شرمندہ ہوگیا اور کہنے لگا میں اس سے روایت نقل کر رہا تھا۔ یحییٰ بن سعید ابن فروخ نے اس کے حالات زندگی کے بارے میں کہا ہے کہ ابوبکر نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ ثوری چاہ رہا تھا کہ مجھ پر تدلیس کرتے ہوئے ایک ضعیف راوی کو ترجیح دے۔ میں نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ تدلیس کے معنی ہوتے ہیں کہ کوئی روایت کسی ایسے شخص سے نقل کرے جسے دیکھا نہ ہو اور ان دونوں کے درمیان جو رابطے ہوں ان رابطوں کو ذکر نہ کیا جائے۔ اسی طرح انہوں نے سفیان ثوری کے حالات زندگی میں لکھا ہے۔ ابن مدینی نے یحییٰ ابن سعید سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ سفیان نے ابوبکر ابن حفص اور حیان ابن ایاس سے ملاقات نہیں کی اور سعید ابن ابوالبردہ سے نہیں سنا اور بغوی کا کہنا ہے کہ اس نے یزید رقاشی سے نہیں سنا اور احمد نے کہا ہے کہ اس نے سلمہ بن کہیل سے حدیث مسائیہ (آزادی چاہنے والے غلام کی

حدیث) کو نہیں سنا۔ اسی طرح خالد بن سلمہ سے قطعی طور پر نہیں سنا اور نہ ہی ابن عون سے ایک حدیث کے علاوہ سنا۔

یہ ابن حجر کی صراحت ہے کہ وہ ایک ضعیف روایت نقل کرنے والا (مدلس) شخص تھا۔ کبھی کبھی وہ ایسے افراد کی روایتیں نقل کرتا تھا جس کے بارے میں اسے وہم ہوتا تھا کہ ان سے ملاقات کر چکا ہے جب کہ وہ نہ ان سے ملا اور نہ ہی ان سے کسی طرح کی گفتگو سنی۔ اس کے علاوہ حبیب ابن ثاقب قیس ابن دینار ابن حیان نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ تدلیس کرنے والا تھا، عقیلی کا کہنا ہے کہ ابن عون نے اسے متہم شمار کیا ہے۔ قطان نے کہا کہ اس کی حدیثوں پر توجہ نہ کی جائے سوائے ان حدیثوں کے جو اس نے عطا سے نقل کی ہوں۔ اس لئے کہ عطا کے علاوہ دیگر حدیثیں نہ قابل قبول ہیں اور نہ ہی محفوظ۔ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ وہ مدلس (ضعیف روایت نقل کرنے والا) تھا۔ ابن حجر نے ایک دوسری جگہ پر کہا کہ وہ بہت زیادہ ارسال (بغیر سلسلۂ رواۃ ذکر کئے نقل کرنے والا) اور تدلیس کرنے والا تھا۔ اس کی وفات ۱۱۹ھ میں ہوئی۔

یہ تمام باتیں روایت کی سند کے بارے میں تھیں۔ اب راویوں کو دیکھیں، اگر ان کے بارے میں کہیں تعریف وارد ہوئی ہے تو مذمت بھی وارد ہوئی ہے اور ٹکراؤ کے وقت جرح کرنے والے کو تعریف کرنے والے پر مقدم کیا جاتا ہے لہٰذا مذکورہ حدیث استدلال کے لئے اپنا اعتبار کھو دیتی ہے۔ اس حدیث کے ضعیف ہونے کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ کتاب صحاح اور مسانید ہیں۔ ابو الہیاج سے ایک حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث نقل نہیں ہوئی ہے لہٰذا اس حدیث سے بھلا کس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے جس کے راویوں میں تدلیس (بغیر دیکھے یا بغیر واسطے کے روایت نقل کرنے والے) یا مضعف (ضعیف روایت نقل کرنے والے) ہوں۔

ان دونوں روایتوں سے زیادہ سے زیادہ جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ قبروں کا برابر کرنا ہے۔ یہ دونوں روایتیں ضریح اور قبے بنانے کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی ہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ یہ روایتیں قبروں کو زمین کی سطح کے برابر کرنے پر دلالت کر رہی ہیں جب کہ یہ صدر اسلام

کے مسلمانوں کی سیرت کے بالکل برخلاف ہے، جیسا کہ اس کی وضاحت بعد میں کی جائے گی۔ یہاں تک آج بھی مسلمانوں کی سیرت اس کے خلاف ہے سوائے ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کے اور عنقریب ہم بیان کریں گے کہ اہل سنت کے چاروں مذاہب اس نظریئے کے قائل نہیں ہیں جن کا ابن تیمیہ پابند ہے کہ قبر کو زمین کی سطح کے برابر بنایا جائے بلکہ فقہا قبر کو زمین سے ایک بالشت اونچا کرنے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں ہمیں اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ ان روایتوں کو قبروں کے زمین کے برابر کرنے کے بجائے ایک دوسرے مطلب پر حمل کریں یعنی انہیں گولائی میں اونچا بنانے کے مقابلہ میں مسطح بنایا جائے۔ اس لئے قرطبی نے حدیث پر حاشیہ لگاتے ہوئے کہا ہے کہ بظاہر قبر کو گول اور ابھرا ہو بنانا منع ہے بلکہ اسے برابر ہونا چاہئے جیسا کہ بعض اہل علم نے کہا ہے اور جمہور علماء کا کہنا ہے کہ جس چیز کو برابر کرنے کی بات کی گئی وہ یہی گولائی میں بڑھا ہوا ابھار تھا لہٰذا اصل قبر کا احترام محفوظ ہے۔

❑❑❑

زیارت قبور

قبروں کی زیارت اور مردوں کے لئے اہمیت کا قائل ہونا انسانی سماج کی وہ صفت ہے جو تاریخ کے ہر دور میں پائی جاتی رہی ہے اور اس سلسلے میں تحقیق اور جستجو کرنے والا اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ عمل کسی دین سماج یا صرف مسلمانوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ عمل ہر مکتب فکر اور ہر قوم وملت کے افراد کا اجماعی موقف ہے اس کے علاوہ دیگر امور میں ان کے آپسی اختلافات چاہے جتنے بھی ہوں اس عمل کی اہمیت پر سب متفق ہیں۔

بانی اسلام شارع مقدس نے بھی مسلمانوں کو قبروں کی زیارت اور اس کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا ہے آپ نے متعدد مقامات پر اس عمل کی طرف دعوت دی ہے۔آپ کی طرف سے یہ دعوت بلکہ یہ حکم انسانی سماج کے ان تربیتی اغراض ومقاصد کو پورا کرنے کے لئے دیا گیا ہے جن کا فائدہ ہر فرد بشر اور ہر سماج کے لئے یقینی ہے۔

ہم یہاں خلاصہ کے طور پر ان بہت سے فائدوں میں سے بعض کا تذکرہ کررہے ہیں۔

الف: عبرت اور نصیحت

قبروں کی زیارت عبرت اور نصیحت لینے کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے اس لئے کہ قبروں کو دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ خود بھی اسی راہ کا مسافر ہے۔اس کی عمر چاہے جتنی زیادہ ہوجائے اور اس کی موت چاہے جتنی دیر میں آئے آخر انجام یہی ہے وہ انجام چاہے جس صورت میں سامنے

آئے انسان کے لئے یہ احساس یا یہ شعور خود ہی بہت سی برائیوں کی راہ میں حائل ہو جاتا ہے۔

ب: آخرت کی یاد اور دنیا کے بارے میں زہد و پارسائی

قبروں کی زیارت آخرت اور قیامت پر عقیدے کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور قیامت کا یہ عقیدہ اصول دین میں سے ایک اصل ہے اگر انسان یہ ایمان رکھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دن آنے والا ہے جس میں اس کے ذریعہ انجام دیئے جانے والے کاموں کا حساب لیا جائے گا۔ نیز یہ کہ اسے بیکار پیدا نہیں کیا گیا ہے قیامت اور آخرت کے بارے میں یہ گہری سمجھ انسان کو اپنے افعال اور اعمال کی انجام دہی میں دقت کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور اسے ہر طرح کی برائی اور فساد سے دور رکھتی ہے اور وہ نیک کاموں کی انجام دہی کی طرف متوجہ رہتا ہے جن کا مقصد اصلاح ہوتا ہے لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ قبروں کی زیارت ایک مسلمان شخص کی تعلیم و تربیت کا اہم ترین ذریعہ ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ اپنے اعمال و کردار میں اسے سچی اور خالصانہ نیت اور پاکیزہ ارادہ کا حامل بنا دیتی ہے جیسا کہ اس کے نتیجہ میں آخرت پر عقیدہ بھی مضبوط ہوتا ہے اور دنیاوی آرزوؤں اور تمناؤں کے حصول کے لئے حرص و ہوس میں بھی کمی آتی ہے اور اس طرح غیر شرعی راستوں سے پورا کرنے کے لئے انسان کے قدم آگے نہیں بڑھتے ہیں۔

ج: نیکیوں سے محبت کے احساس اور پاکیزہ جذبات کو بیدار کرنا

قبروں کی زیارت انسان کے دل میں نیکیاں انجام دینے اور فضائل و کمالات کو اپنے اندر جگہ دینے کے جذبے کو بیدار کرتی ہے۔

رسول اسلامؐ سے مروی حدیث میں صراحتاً وارد ہوا ہے:

"فزوروھا فإنّہ یرق القلب وتدمع العین وتذکّر الآخرۃ ولاتقولوا ھجراً"[۱]

قبروں کی زیارت کرو اس سے دل نرم ہوتا ہے آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں آخرت کی یاد تازہ رہتی ہے اسے ہرگز بے کار نہ کہو۔

یہ وہ چند فائدے ہیں جو قبروں کی زیارت کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں لیکن یہاں پر ہمارا مقصود صرف قبروں کی زیارت کی شرعی حیثیت کے بارے میں بحث کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ ہمارے اسلامی عقائد سے اس کا کیا رابطہ ہے اور اس سلسلہ میں علماء اسلام کا کیا موقف ہے اسی لئے اس عمل کی شرعی حیثیت کو چند امور کے ضمن میں پیش کیا جا رہا ہے۔

قبروں کی زیارت کے شرعی جواز پر قرآنی دلیلیں

خداوند عالم نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافق کے جنازے پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور اس کی قبر کے پاس کھڑے ہونے کی بھی مخالفت فرمائی ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ. (سورۂ توبہ۔ ۸۴)

ان میں سے جو مر جاتے اس کے جنازے پر ہرگز نماز نہ پڑھو اور اس کی قبر پر بالکل نہ ٹھہرو وہ لوگ خدا اور اس کے رسول کے سلسلہ میں کافر ہیں اور فسق و فجور کی حالات میں دنیا سے گئے۔

اس آیۂ کریمہ میں منافق کی قبر پر ٹھہرنے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مومن کی قبر کی زیارت اور اس کے لئے دعائے خیر کی جا سکتی ہے۔ جب عام مومنین کی قبر کی زیارت اور اس پر دعا کی جا سکتی ہے تو نبی اکرمؐ اور ان کی آل

پاک کی قبر مطہرہ پر بدرجۂ اولیٰ حاضر ہونا اور اس پر دعا کرنا جائز ہے۔

قبروں کی زیارت احادیث کی روشنی میں

قبروں کی زیارت اور اہل قبر کے لئے دعا اور ان امور کے ذریعہ خداوند عالم سے قربت حاصل کرنے پر تاکید کرنے والی روایات دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔

۱۔ جو روایت ابو ہریرہ نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ما من رجل يزور قبر حميمه فيسلّم عليه ويقعد عنده الّا ردّ عليه السلام وأنس به، حتّىٰ يقوم من عنده"

(البیان: ۵۲۰ رواہ الشیخ الدیلمی، کنز العمال ۱۳: ۶۵۶، ح ۴۲۶۰۱)

اگر مومن اپنے مومن دوست کی قبر کی زیارت کرتا ہے اسے سلام کرتا ہے اس کی قبر کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحب قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب تک وہ وہاں سے اٹھ نہ جائے اس کے ساتھ انسیت محسوس کرتا ہے۔

عائشہ سے روایت کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

"امرنی ربی ان آتی البقیع فاستغفر لهم"۔

مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں بقیع آ کر مرحومین کے لئے استغفار کروں۔ میں نے پوچھا کیا کہا کروں اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا:

"السلام على اهل الديار من المؤمنين والمسلمين يرحم الله المستقدمين منّا والمستأخرين وانّا ان شاء الله بكم لاحقون"

(صحیح مسلم ۳: ۶۴ باب مایقال عند دخول القبور، والسنن للنسائی ۳: ۷۶)

سلام ہو تم پر اے اس دیار میں بسنے والے مومنوں اور مسلمانوں خدا ہمارے گذرے ہوئے اور آئیندہ آنے والے لوگوں پر رحم کرے عنقریب ہم بھی تم سے ملحق ہونے والے ہیں۔

زیارت قبور کے تاریخی شواہد

پیغمبر اسلامؐ کی وفات سے پہلے یا وفات کے بعد کے حالات نیز مسلمانوں کی سیرت اور ان کے اخلاق و کردار کے بارے میں تحقیق و جستجو کرنے والے افراد اس بات سے آگاہ ہیں کہ قبروں کی زیارت کے لئے جانا مسلمانوں کی سیرت اور ان کا طریقہ کار رہا ہے جس کے بہت سے تاریخی شواہد ہیں یہاں پر ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ایک دن مروان نے دیکھا کہ ایک شخص قبر پر اپنا منھ رکھے ہوئے ہے اس نے ایسا کرنے والے کو گردن پکڑ کر اٹھایا اور کہا کہ تو جانتا ہے کہ کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں اس نے ان کی طرف غور سے دیکھا تو وہ صحابی رسول ابو ایوب انصاری تھے انہوں نے کہا کہ میں اللہ کے رسول کے پاس حاضر ہوا اور پتھر کے پاس نہیں گیا دیکھا کہ رسول اسلامؐ فرما رہے ہیں: "لا تبکو علی الدین اذا ولیه اهله، ولکن ابکوا علیه اذا ولیه غیر أهله"

(رواہ الحاکم فی المستدرک ۴: ۵۱۵)

دین پر گریہ نہ کرو اگر اس کے اہل سے ملے لیکن اگر غیر اہل سے ملو تو اس پر آنسو بہاؤ۔

۲۔ جناب فاطمہ زہراؑ پیغمبر اسلام کی قبر مطہر کے پاس تشریف لائیں اور آپ کی قبر مبارک سے خاک اٹھا کر اپنی آنکھوں میں لگائی اور گریہ فرمایا۔

۳۔ ایک اعرابی نبی اکرمؐ کی قبر مطہر کے پاس آیا اور آپ کی قبر کی خاک اٹھا کر اپنے سر پر ڈالی اور حضور اکرمؐ سے مخاطب ہو کر کہا آپ پر نازل ہونے والے قرآن مجید میں ہے:

"ولو انهم اذ ظلموا أنفسهم جاؤك..."

اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے او پر ظلم کیا آپ کے پاس آئیں... میں نے اپنے نفس پر

ظلم کیا ہے اور میں آپ کے پاس آیا ہوں آپ سے درخواست ہے کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں قبر مبارک سے آواز آئی خداوند عالم نے تیری مغفرت کردی یہ واقعہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی نگاہوں کے سامنے رونما ہوا۔

۴۔ جناب بلال قبر نبی اکرمؐ کے پاس آئے اور آکر گریہ کرنے لگے وہ اپنا چہرہ آپ کی قبر مطہر پر رگڑ رہے تھے اتنے میں امام حسن اور امام حسین علیہم السلام وہاں تشریف لے آئے بلال نے دونوں کو اپنی آغوش میں لیا اور دونوں کو چومنے لگے۔

۵۔ عبداللہ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ ایک دن عائشہ قبرستان سے آئیں میں نے ان سے کہا کہ اے ام المومنین آپ کہاں سے آرہی ہیں انہوں نے کہا میں اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر کے پاس سے آرہی ہوں میں نے پوچھا کیا پیغمبر اسلامؐ نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے انہوں نے کہا ہاں آپ قبروں کی زیارت سے منع کرتے تھے لیکن بعد میں اس کا حکم دے دیا تھا۔

۶۔ ابن تیمیہ نے ابوبکر اور عمر ابن خطاب کی قبروں کی زیارت کے شرعی جواز پر ابن عمر کے ذریعہ ان دونوں کی زیارت کے عمل کو دلیل قرار دیا ہے ابن عمر یہ کہہ کر ان دونوں کی زیارت کرتے تھے ابوبکر صدیق اور عمر ابن خطاب کی قبر پر تمام دیگر قبروں کی طرف سے سلام ہو۔

ابن عمر سفر سے واپسی پر پیغمبر اسلامؐ اور ان کے پہلو میں مدفون دونوں اصحاب کی قبر پر سلام کرتے تھے اور کہتے تھے "السلام علیك یا رسول الله السلام علیك یا ابابکر السلام علیك یاربه" اس کے بعد واپس آتے تھے اسی لئے علماء کا نظریہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اتباع اور ان کی اقتداء کی بنیاد پر ایک جائز عمل ہے۔ لہٰذا جب قرآن مجید اور احادیث نبوی کی رو سے نیز مسلمانوں کی عام سیرت کی روشنی میں یہ ثابت ہوگیا کہ صاحبان ایمان کی قبروں کی زیارت کرنا شرعاً جائز ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کی قبر مطہر و دیگر قبور کی زیارت کے جواز پر اجماع

پیغمبر اسلامؐ کی قبر مطہر کی زیارت کے شرعی جواز پر تمام مسلمانوں کا اجماع ان کے قول اور عمل دونوں سے ثابت ہے بلکہ تمام انبیاء اور صالحین نیز تمام مومنین کی قبروں کی زیارت کا استحباب ثابت ہے اور اس زیارت کا شرعی ہونا مسلمانوں کے نزدیک اجماع اور سیرت مسلمین کے ذریعے ثابت ہونے سے بڑھ کر ضروریات دین میں شمار ہوتا ہے سمہودی نے سبکی سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ عیاض کے بیان سے پیغمبر اسلامؐ کی قبر مطہر کی زیارت مسلمانوں کی سیرت اور سنت ہے جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس کی فضیلت کی بنیاد پر اسے ترجیح حاصل ہے۔

سبکی کا کہنا ہے علماء نے مردوں کی قبروں کی زیارت کے مستحب ہونے پر اجماع کیا ہے جیسا کہ نووی نے حکایت کی ہے بلکہ ظاہریہ کے بعض پیروی کرنے والوں نے اسے واجب قرار دیا ہے البتہ عورتوں کے لئے اختلاف ہے لیکن پیغمبر اسلامؐ کی قبر مطہر اپنے خاص دلائل کی بنیاد پر بہرحال ممتاز ہے لہٰذا اس کی زیارت کے لئے عورتوں اور مردوں کے درمیان حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

زیارت قبور کے جواز پر علماء کے اقوال و نظریات

یہاں پر بعض علماء کے اقوال پیش کئے جارہے ہیں جن میں قبروں کی زیارت اور عام علماء مسلمین کے نزدیک اس کے استحباب کی صراحت اور وضاحت موجود ہے۔

۱۔ امام ابو عبداللہ محمد ابن ادریس شافعی کا کہنا ہے قبروں کی زیارت میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ان کے پاس بیہودہ اور بے مقصد باتیں نہیں کرنا چاہیئے جیسے بے جا اور بے مقصد آہ و

واویلا۔ گلہ آمیز گریہ و زاری اور بین۔ بلکہ جب زیارت کرے تو میت کے لئے طلب مغفرت کرو اور تمہارا دل نرم ہو۔

۲۔ حاکم نیشاپوری کہتے ہیں میں نے جستجو کی اور تلاش کیا قبروں کی زیارت کے لئے مجھے صرف ترغیب وتشویق ہی ملی لہٰذا اسے گناہ سمجھنے والو یہ جان لو کہ قبروں کی زیارت سنت مسنونہ ہے۔

۳۔ شیخ زین الدین جو ابن تمیم مصری کے نام سے مشہور ہیں ان کا کہنا ہے قبروں کی زیارت اور مردوں کے لئے دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے انھوں نے اپنی کتاب ''مجتبیٰ'' میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ زیارت مستحب ہے اور کہا گیا ہے کہ عورتوں کے لئے زیارت قبور حرام ہے لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں کے لئے زیارت کا جواز اور اس کی اجازت ثابت ہے۔

۴۔ منصور علی کا کہنا ہے زیارت قبور تمام مسلمانوں کے نزدیک مستحب ہے۔

۵۔ ابن حزم کہتے ہیں قبروں کی زیارت مستحب بلکہ فرض ہے چاہے ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ام المومنین ابن عمر اور دوسروں کے حوالہ سے صحیح آداب کے ذریعہ قبروں کی زیارت کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور عمر سے قبروں کی زیارت کے بارے میں جو نہی کی روایت کی گئی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

۶۔ ابو حامد الغزالی کا کہنا ہے قبروں کی زیارت سب کے لئے مستحب ہے اس لئے کہ اس سے موت کی یاد آتی ہے اور عبرت حاصل ہوتی ہے اور صالحین کی قبروں کی زیارت مستحب ہے اس لئے کہ اس سے نصیحت کے ساتھ ساتھ عبرت بھی حاصل ہوتی ہے۔

❑❑❑

AL-USWAH FOUNDATION

Mohalla Bangla/Near Chota Imambara
Sitapur (UP) India 261001
Email: infoaluswa@gmail.com
Contact: 9935935416